دوامِ حدیث

قسط نمبر ۱۸

حضرت العلام مولانا حافظ محمدؒ گوندلوی مدظلہ العالی

ایک اسلام

اس کے بعد آپ اور اعتراض بخاری پر کرتے ہیں:

"چہارم، قرآن اور تاریخ ہر دو شاہد ہیں کہ رسول اللہ نہ لکھ سکتے اور نہ لکھی ہوئی چیز پڑھ سکتے تھے۔ لیکن بخاری میں ہے، وہ لکھ سکتے تھے۔ حدیث یوں چلتی ہے کہ جب حضور ذلیقعدہ میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو اہل مکہ نے کچھ پابندیاں عائد کر دیں اور اس سلسلہ میں ایک تحریری معاہدہ ہوا جسے محمد رسول اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ اہل مکہ نے رسول اللہ کے لفظ پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہم آپ کو رسول اللہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے آپ محمد بن عبد اللہ کی حیثیت سے معاہدہ کریں۔ آپ نے حضرت علی سے فرمایا، رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو،

"قال: لا واللہ لا امحوک ابدا فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب فکتب ھذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ" الخ

علی نے جواب دیا، خدا کی قسم، میں آپ کے نام سے رسول کا لفظ جدا نہیں کروں گا اس پر رسول اللہ صلعم نے وہ کاغذ اٹھا لیا اور اس پر لکھ دیا، یہ وہ فیصلہ ہے

تھے محمد بن عبداللہ تسلیم کرتے ہیں۔

بخاری کی ایک اور روایت (ج ۲ صفحہ ۱۳۵) بتلاتی ہے کہ حضور نے "رسول اللہ" کا لفظ کھرچ ڈالا تھا اور کاتب نے ابن عبداللہ کے الفاظ کے اضافہ کر دیا تھا۔ اسی حدیث پر باقی محدثین اعتماد کرتے ہیں اور تاریخ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اس لیے لکھنے والی حدیث غلط ہے" (دو اسلام صفحہ ۱۹۶)

الجواب:

پہلی حدیث میں جو کَتَبَ (لکھا) ہے، اس کے معنی لکھانے کے ہیں، جیسے قرآن مجید میں جابجا اس صیغہ کو اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے:

"كتاب الله عليكم"

"یہ حکم اللہ نے لکھا ہے، یعنی اس کو قرآن میں نازل کیا ہے جس کے لکھنے کا حکم ہے"

"ونكتب ما قدموا"

ہم لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا"

"سنكتب ما قالوا"

"جلدی لکھیں گے ہم ان کی بات"

ان تینوں مقامات پر لکھنے سے مراد لکھانا اور لکھنے کا حکم کرنے کے ہیں۔ لہٰذا یہ پہلی حدیث بھی صحیح ہے اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض بھی نہیں!

نواں باب

حضور کی تصویر حدیث میں!

"قرآن میں حضور کے متعلق ارشاد ہے:

"انك لعلى خلق عظيم"

آپ نے رسول تمہارا کردار عظیم الشان ہے"

اس میں کلام نہیں کہ حضور کے ان اوصافِ جمیلہ کا چرچا صرف احادیث کی بدولت ہوا، اور ہم حدیث کے اس گراں بہا ذخیرے پر ہمیشہ ناز کرتے رہیں گے، لیکن بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو کائنات کے اس محسنِ اعظم کا کردار نہایت بھیانک شکل میں پیش کرتی ہیں، اتنا بھیانک

کہ ہم شرم سے کسی کو بتا بھی نہ سکیں۔ درست کہا تھا، مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے کہ "میں کسی نو مسلم یورپین کو صحیح بخاری نہیں پڑھا سکتا اور اس کی وجہ میں مجلسِ عام میں نہیں بتا سکتا" (الفرقان شاہ ولی اللہ ۲۸۵) وہ وجہ کیا تھی؟ آئیے، آج ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں روزے کی نہایت عمدہ تشریح درج ہے:

"فانہ یترک طعامہ وشرابہ وشہوتہ من اجلی"

کہ "روزے دار اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لئے چھوڑ دیتا ہے"

ایک اور حدیث دیکھئے:

"من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ" (بخاری)

"جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ اور بدکاری سے باز نہیں رہ سکتا، اسے کہہ دو کہ اس کو بھوک اور پیاس کی قطعاً ضرورت نہیں!"

ان احادیث میں روزے کا فلسفہ واضح ہو گیا۔

آئیے ذرا دیکھیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ان ارشادات پر خود کہاں تک عمل کیا؟

"عن عائشہؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل ویباشر وھو صائم" (بخاری)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام روزہ رکھ کر اپنے ازواج کے بوسے لیتے اور ان سے مباشرت فرماتے"

مباشرت کے معنے مجامعت اور بوس و کنار وغیرہ۔ لیکن اس حدیث میں مباشرت سے مراد کیا ہے؟ مولانا شبیر احمد عثمانی کی زبانی سنیئے، آپ صحیح مسلم کی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"المباشرۃ فوق السرۃ وتحت الرکبۃ بالذکر والقبلۃ او المعانقۃ او اللمس وغیر ذالک حلال باتفاق المسلمین"

کہ "آپ روزہ رکھ کر عورت کے ساتھ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے مباشرت کر سکتے ہیں۔ یعنی اسے چھو سکتے ہیں، چوم سکتے ہیں، گلے لگا سکتے ہیں اور آلہ تناسل کا استعمال کر سکتے ہیں"

یہ حدیث کئی طرح سے محل نظر ہے۔

اول روزے کا مقصد شہوت کو ترک کرنا ہے نہ کہ بوس و کنار اور گھٹنوں کے پیچھے آلہ تناسل کا استعمال۔

دوم، یہ حدیث اوپر والی دو حدیثوں سے متصادم ہوتی ہے۔

سوم۔ یہ قرآن سے ٹکراتی ہے قرآن کہتا ہے:

"احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ... فالان باشروھن" الایۃ

کہ "ماہ رمضان میں رات کے وقت ہم تمہیں بیویوں سے متمتع ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔"

آغاز اسلام میں رات کے وقت بھی بیویوں سے اختلاط ممنوع تھا بعض صحابہ رک نہ سکے تو یہ پابندی دور کر دی گئی تو فرمایا کہ "اب تم مباشرت کر سکتے ہو" (البقرۃ) یعنی صرف رات کے وقت صرف مباشرت کی اجازت ہے لیکن یہ حدیث مکمل چھٹی دیتی ہے۔

چہارم۔ گناہ اور محرمات گناہ ہر دو سے بچنا ضروری ہے۔ اپنے آپ کو دیکھو اور انصافاً کہو کہ کیا آج تک کوئی شوہر بیوی کو چومنے چاٹنے اور گلے لگانے کے بعد جماع سے بچ سکا ہے؟

پنجم۔ حضور علیہ السلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم یہ سن لے کہ حضور ۵۶ برس کی عمر میں روزہ رکھ کر مباشرت فرمایا کرتے تھے تو وہ ہمارے نبی کے متعلق کیا رائے قائم کریگا۔ یہی وہ حدیث ہے جس نے مجھے احادیث سے بدظن کیا اور اور اس کتاب کی محرک بنی۔" (دو اسلام ص ۲۰۲)

الجواب: ان تمام اعتراضات کا مدار دو چیزوں پر ہے:

۱۔ روزہ کی حقیقت۔

۲۔ مباشرت کے حقیقی اور کنائی معنی میں فرق۔

روزہ بالاتفاق اکل و شرب و جماع کے ترک کا نام ہے جس کی ابتدا صبح صادق ... سے ہوتی ہے اور انتہا سورج کے غروب ہونے پر۔ پہلی اور دوسری حدیث میں جو لفظ شہوت آیا ہے، اس سے مراد جماع ہے باقی چیزیں حرام نہیں۔

مباشرت کا لفظ قرآن مجید میں کنایہ ہے جماع سے اور حدیث میں لغوی معنیٰ مراد ہے۔ مگر جماع اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ مائی صاحبہ سے ہی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت کو روکنے پر قادر تھے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مباشرت سے مراد ماسوا جماع ہے۔ اور مباشرت کا لفظ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے اگرچہ ماسوا جماع کے سب کو شامل ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جتنے معانی اس کے مولانا شبیر احمد صاحب نے گنوائے ہیں وہ سب یہاں مراد ہوں، صرف بدن سے بدن لگ جائے تو بھی مباشرت کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔

آپ کا پہلا اعتراض اس لئے غلط ہے کہ روزے کی حقیقت میں ہر قسم کی شہوت کو روکنا داخل نہیں بلکہ شہوتِ جماع سے روکنا داخل ہے اور دوسری حدیث میں بدعملی اور جھوٹ سے بچنا بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مگر بوس وکنار وغیرہ سے بچنا مقصد روزہ نہیں، نہ اس پر کوئی آیت وحدیث صراحتہً دلالت کرتی ہے۔ آپ اپنے دماغ میں روزہ کا مقصد یہ فرض کر رہے ہیں کہ مطلقاً

ﮯ اور اس حدیث سے یہی بیان کرنا مقصود ہے ——————— دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ دین انسانوں پر نازل ہوا اور انسانی فطرت کے کسی بھی پہلو اور کسی بھی گوشہ کو اس نے نظر انداز نہیں کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس طرح کی باتیں (جن کے متعلق صاحب "دو اسلام" نے لکھا ہے کہ "ہم مارے شرم کے کسی کو بتا بھی نہ سکیں") امت کو بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اسلام اگر بعض باتوں سے منع کر سکتا اور ان پر پابندی عاید کر سکتا ہے تو اسی قسم کی بعض دوسری باتوں کی اجازت بھی تو دے سکتا ہے ——— اسلام اگر روزے کی حالت میں جماع سے منع کر سکتا ہے (جو منع ہے) تو بوس وکنار کی اجازت کیوں نہیں دے سکتا (جو کہ روزے کی حالت میں جائز ہے)؟

دینِ اسلام صرف عقائد کا نام نہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی بھی اس میں داخل ہے تبھی تو انسانی افعال میں سے بعض پر پابندی عاید کرتا ہے، بعض کو جائز قرار دیتا ہے اور بعض کو ثواب کا درجہ دے دیتا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسانی افعال کے ساتھ اس دین کا گہرا تعلق ہے تو پھر ان کی تشریح وتوضیح میں شرم کا کیا سوال؟ ——— یہ باتیں تو دین کا حصہ ہیں، اسی لئے ایک ایک بات پر نہایت باریک بینی کے ساتھ بحث کی گئی، مبادا کوئی شخص اپنے اعمال ضائع کر بیٹھے یا بلا وجہ شکوک وشبہات

شہوت کو ترک کر دے یعنی اچھا کپڑا نہ پہنے، بدن میں تیل نہ لگائے، کنگھی نہ کرے، یعنی کوئی بھی کام خواہش کے مطابق نہ کرے —— یہی بنیادی غلطی ہے جس کی بنا پر آپ نے حدیث پر اعتراض کیا۔

دوسرا اعتراض بھی اس لئے غلط ہے کہ بوس وکنار اور بدن سے بدن کا چھونا شہوتِ ممنوعہ میں داخل نہیں۔ نہ مباشرت کے مرادی معنیٰ میں داخل ہے۔ اس واسطے حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

تیسرا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں مباشرت کنایہ ہے جماع سے، اور حدیث میں اس کا لغوی معنیٰ مراد ہے۔ اس لفظ کے مختلف معنے ہوں تو ان کے احکام میں نفی و اثبات صورت بن جاتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

"قد افلح من ذکّٰها"

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:

اور اوہام وظنون کا شکار ہو کر رہ جائے۔

پھر یہ بات بھی زیرِ نظر رہنی چاہیئے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے، اگر قرآن مجید "فالآن باشروهن" "فأتوا حرثكم أنى شئتم"، "الم يك نطفة من مني يمنى" (ایک صاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ حدیث میں نہایت گندی گندی باتوں کا ذکر ہے حتیٰ کہ منی کے مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔۔ نکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست) وغیرہ قسم کے الفاظ و فقرات استعمال کر سکتا ہے تو حدیث پر بے شرمی کا فتویٰ کیوں لگایا جاتا ہے! اصل یہ ہے کہ آپ کا فلسفۂ شرم حدیث اور قرآن کے فلسفہ سے مختلف ہے۔ کتاب و سنت میں اگر کسی مسئلہ کو، فطرتِ انسانی کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر، مفصل بیان کیا جاتا ہے تو یہ چیز شرم سے بعید معلوم ہوتی ہے، لیکن قرآنِ مجید لغویات سے ہزار بار منع کرے، آج حالت یہ ہے کہ بات بات میں فحش گالیوں کا بے محابا استعمال ہوتا ہے حتیٰ کہ کلام میں زور ہی گالیوں کے ذریعے پیدا کیا جاتا ہے۔ آپ کے شاعر اور ادیب عورت کے جسمانی اعضاء کے ایک ایک حصہ کی تفصیل بیان کریں آپ کے مصوران نقوش کو اپنی تصاویر میں بڑھ چڑھ کر اجاگر کریں، آپ کے رسائل و اخبارات ننگی تصویریں چھاپیں تو کچھ حرج نہیں! —— معاف کیجئے گا اگر نو مسلم یورپین موجودہ دور کے مسلمانوں کی ان حرکتوں کو دیکھ کر دینِ اسلام سے متنفر نہیں ہو سکتے تو مطمئن رہیئے وہ بخاری شریف کی ان احادیث کو پڑھ کر دینِ اسلام سے قطعاً دور نہیں بھاگیں گے جو انسانی فطرت کو حدِ کمال تک ملحوظ رکھ کر مسائل بیان کرتی ہیں —— ساجد

"جو تزکیہ کرے (یعنی اپنے آپ کو پاک کرے) وہ کامیاب ہوگا"

اور دوسری جگہ فرمایا:

"فلا تزکوا انفسکم"

"اپنا تزکیہ (اپنے آپ کو پاک سمجھنا) نہ کرو"

چوتھا اعتراض اس لئے باطل ہے کہ سد ذرائع کا مسئلہ شریعت میں منقول ہے۔ اس میں ہر جگہ کلی قانون نہیں ہوتا، ہر آدمی اس معاملہ میں اپنے نفس کا فقیہ ہے۔ جس کو ڈر ہو وہ ایسا نہ کرے جس کو نہ ڈر ہو، وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اگرچہ عمر رسیدہ ہونے کی بنا پر بعض آدمیوں کے لئے موزوں نہیں مگر بیوی اگر جوان ہو اور اس کی خواہش ہو تو رکنا بھی کوئی دانشمندی نہیں۔ بہر کیف شریعت نے بھی اس میں سد ذرائع کا خیال رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان کو بوس و کنار کی اجازت نہ دی، لیکن ایک بوڑھے نے اجازت چاہی تو اس کو اجازت دے دی۔ عبداللہ بن عمرؓ اس سے منع کرتے تھے، مالکی مذہب میں بھی منع ہے۔

اعتراض: "عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلھا ویمص لسانھا"

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے اور زبان چوستے"

کیا زبان چوسنے سے دوسری زبان کا تھوک اپنے تھوک میں مل کر پیٹ میں نہیں چلا جاتا؟

(دو اسلام صفحہ ۳۰۵)

الجواب:

چوسنے سے لازم نہیں آتا کہ زبان کی تھوک کو نگل لیں، چوس کر انسان تھوک بھی سکتا ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اشکال جب ہوتا اگر حدیث میں نگلنے کا لفظ ہوتا۔

اس کے بعد ایک حدیث بیان کی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ "مائی عائشہ صدیقہ نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو کہا کہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے سے تجھے کیا چیز مانع ہے؟ عبداللہ نے کہا، میں روزہ کی حالت میں ایسا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا، ہاں! مائی صاحبہ نے اسود کو روکا اور اپنے بھتیجے کو اجازت دیدی"

ان دونوں میں فرق ہوگا، ایک کے متعلق خطرہ ہوگا، دوسرے کے متعلق خطرہ نہیں ہوگا اور یہ باتیں مخاطب متکلم سمجھ سکتا ہے۔ بوسہ اور عورت سے کھیلنا فی نفسہ برا نہیں۔ اگر خطرہ ہو تو منع ہے، ورنہ نہیں۔ مفتی کو حالات کو سامنے رکھ کر فتویٰ دینا چاہیئے۔ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں،

اور حالات، احوال، ملک اور رواج کے اختلاف سے گفتگو میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔

آگے ایک عجیب بات تحریر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ:

"آج تک کسی بیوی نے اپنے شوہر سے مباشرت کی التجا نہیں کی اور نہ مرد کے سامنے عریاں بات کہی۔"

اس جگہ مصنف کو قرآن کی آیت بھی یاد نہیں رہی:

"وراودته التی هو فی بیتها عن نفسه وغلقت الابواب وقالت هیت لک"

کہ "جس عورت کے گھر یوسف علیہ السلام رہتے تھے، اس نے مباشرت کی التجا کی اور دروازے بند کر کے عریاں بات کہی۔"

(باقی)

"محدّث"

رسولِ مقبول نمبر

بین الاقوامی سیرت کانگریس کے اہم موقعہ پر ماہنامہ "محدّث"، ایک خصوصی اشاعت بیادِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہا ہے۔ جس میں مشاہیر اہلِ علم کے نایاب مضامین، غیر مطبوعہ تقاریر اور ملک کے معروف دانشوروں کے رشحاتِ قلم شامل ہیں

چند عنوانات یہ ہیں:

۱۔ رسولِ مقبولؐ پر اعتراضات کا جائزہ		۲۔ سیرتِ رسولؐ ۔ مغربی لٹریچر میں

۳۔ آنحضرتؐ کا اندازِ دعوت		۴۔ آنحضرتؐ میدانِ جہاد میں

۵۔ سیرت کا مطالعہ کیوں؟		۶۔ نعتِ نبیؐ، ایک جائزہ

۷۔ شعراء کا ہدیۂ عقیدت ———— !

مستقل خریداری قبول کرنے والوں کو یہ نمبر عام قیمت پر مہیا کیا جائے گا۔

ایجنٹ حضرات اپنی مطلوبہ تعداد سے دفتر کو فوراً اطلاع دیں۔

ماہنامہ "محدّث"، ۱۰۰۔ جے ماڈل ٹاؤن لاہور